مولانا حافظ قاری عبدالخالق رحمانی رحمہ اللہ

تحریر: مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی اک شمع رہ گئی "تھی" سو وہ بھی خموش ہے

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ کی جدائی کا غم ابھی تازہ تھا جن کا انتقال یکم دسمبر ۲۰۰۶ء بروز جمعہ کو ہوا، کہ ۳دسمبر ۲۰۰۶ء بروز اتوار قاری عبدالخالق رحمانیؒ آف کراچی کی وفات حسرت آیات کی خبر صاعقہ بن کر گری اور امن وسکون کے خرمن کو خاکستر کرگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ قاری صاحب موصوف علماء کے اس طبقے سے تعلق رکھتے تھے جو دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) کے فضلاء پر مشتمل تھا۔ دارالحدیث رحمانیہ کی یاد اہل علم کو اس طرح تڑپاتی ہے جیسے کلکتے کے ذکر پر کسی خاص وجہ سے غالب تڑپ اٹھتا تھا، غالب نے کہا تھا۔

کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے

دارالحدیث رحمانیہ کی یاد بھی اسی طرح روح فرسا، برق آسا اور دلوں کو مضطرب کر دینے والی ہے۔ یہ مدرسہ دہلی میں، جبکہ دہلی شہر علم وحکمت کا مرکز اور علماء وفضلاء کا مسکن تھا، اس کی بابت لکھنؤ جا کر میر تقی میر نے کہا تھا

دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب رہتے تھے جہاں منتخب ہی روزگار کے
اس کو فلک نے لوٹ کر ویران کر دیا ہم رہنے والے ہیں اسی اُجڑے دیار کے

یہ اس ویرانی کا ذکر ہے جب مرہٹوں نے دہلی میں لوٹ مار کی انتہا کر دی تھی۔ اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے دہلی پر دوبارہ قبضے اور آخری مغل حکمران بہادر شاہ ظفر کی رنگون جلاوطنی کے موقع پر دہلی میں پھر قتل وغارت ہوئی۔ پھر شدہ شدہ وہاں کی رونق بحال ہوگئی اور دہلی ایک مرتبہ پھر علم ودانش کا گہوارہ بن گیا تھا۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں جیسے طبیب حاذق اور مسیحائے دوراں اپنی مسیحائی سے وہاں ایک دنیا کو فیض یاب کر رہے تھے، پھاٹک حبش خاں میں محدث عصر، شیخ الکل میاں نذیر حسینؒ دہلوی کی مسند علم وتدریس بچھی ہوئی تھی اور علم وعمل کے اس چشمہ صافی سے ایک دنیا سیراب ہو رہی تھی اور مفتی کفایت اللہ جیسے اساطین علم مسند افتاء پر فائز تھے۔ سیاست کے میدان میں مولانا ابوالکلام آزاد جیسے عبقری افراد موجود تھے جن کی شرربار تقریروں اور حکمت ودانش سے بھرپور مساعی سے پورا ملک (متحدہ ہندوستان) انگریز کے خلاف استخلاص وطن کیلئے متحرک تھا اور بانی پاکستان محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ پاکستان کے قیام کیلئے سرگرم تھی۔ انہی ایام میں دہلی میں مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ قائم تھا۔ دہلی کے ایک تاجر شیخ

عطاء الرحمٰنؒ اس کے مؤسس اور بانی تھے۔ کہنے کو یہ ایک مدرسہ ہی تھا لیکن یہ ایسا مثالی مدرسہ تھا کہ اس کے بعد اس معیار کا دوسرا مدرسہ آج تک قائم نہیں ہوسکا۔ اس کے بے مثال ہونے کی وجوہات حسب ذیل تھیں:

- ……ایک، اس کے بانی کا بے پناہ اخلاص، جو اگر چہ صرف ایک تاجر تھے لیکن علماء وطلبائے دین سے بے حد پیار کرتے تھے۔
- ……دوسرے، انتہائی قابل مدرسین کا اہتمام، حافظ احمد اللہؒ دہلوی، مولانا نذیر احمد رحمانیؒ املوی اور مولانا عبید اللہ رحمانیؒ مبارک پوری جیسے حضرات وہاں مسند تدریس پر فائز تھے۔
- ……تیسرے، حافظ عبد اللہ محدث روپڑیؒ جیسے مجتہد العصر اس کے ممتحن تھے۔
- ……چوتھے، مدرسے کے مہتمم شیخ عطاء الرحمٰن طلباء کو اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے اور انہی کی طرح ان سے شفقت فرمایا کرتے تھے۔

یہ اور ان جیسے دیگر اسباب وعوامل نے اس مدرسے کو ایک مثالی درس گاہ بنا دیا تھا، یہاں سے فارغ ہونے والے علماء علم وعمل کے اعتبار سے ممتاز مقام کے حامل تھے، جنہوں نے دینی علوم کے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ تقریر وخطابت کے میدان میں، تدریس وافتاء کے میدان میں، تصنیف وتالیف کے میدان میں اور تعلیم وتربیت کے میدان میں، ہر جگہ انہوں نے اپنی قابلیت کے جھنڈے گاڑے اور اپنے علم وفضل کا سکہ منوایا۔ اس کے فضلاء دار الحدیث رحمانیہ کی مناسبت سے رحمانی کہلواتے تھے۔ قاری صاحبؒ بھی اسی مدرسے کے فیض یافتہ تھے، فراغت کے بعد آگرہ وغیرہ میں مسند تدریس اور منصب شیخ الحدیث پر فائز رہے، قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصہ حیدر آباد سندھ میں قیام پذیر رہے، وہاں تجارت کو ذریعہ معاش بنایا، پھر کراچی آگئے، یہاں بھی ذریعہ معاش تجارت ہی رہا اور اس کے ساتھ ساتھ تقریر وخطابت میں بڑا نام پیدا کیا۔ قاری صاحبؒ خطابت کے لحاظ سے بے مثال تھے، اللہ تعالیٰ نے تقریر وخطابت کا بڑا عظیم ملکہ ان کو عطا فرمایا تھا، ان کی تقریر فصاحت وبلاغت کا ایک نادر نمونہ ہوتی تھی۔ اس اعتبار سے وہ پاک وہند میں ایک نہایت ممتاز اور منفرد مقام کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حسن صوت کی نعمت سے بھی نوازا تھا، قرآن کریم کی تلاوت نہایت دل نشیں انداز سے فرماتے تھے۔ ان کی تقریر میں ایک طرف فصاحت وبلاغت کا دریائے بے کراں رواں ہوتا، تو دوسری طرف وجد آفریں تلاوت سے سامعین مسحور ہوتے۔ گویا ان کی تقریر فصاحت وبلاغت اور حسن تلاوت کا ایک حسین امتزاج ہوتی تھی جو سامعین پر ایک وجد اور سحر کی سی کیفیت طاری کر دیتی تھی۔

رمضان المبارک میں نہایت باقاعدگی سے تراویح میں قرآن سناتے تھے، تراویح میں آپ کی قراءت کی

روانی، حسن مخارج اور حسن صوت اس قدر مسحور کن ہوتا کہ زبان و بیان کی تعبیرات اس کو الفاظ میں سمیٹنے سے قاصر ہیں۔تقریر و خطابت اور حسن قراءت میں یکتائے زمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ علم میں بھی نہایت پختہ تھے، اس کی ایک وجہ ایام جوانی میں مسند تدریس سے وابستگی تھی۔ دوسری وجہ آپ ایک نامور محدث کے فرزند گرامی تھے اور مشہور مقولہ ہے: (اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِيْهِ) ''اولاد باپ ہی کی راز داں ہوتی ہے''۔آپ مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلویؒ کے فرزند گرامی قدر تھے۔محدث کھنڈیلوی جن کی ساری عمر حدیث پڑھنے پڑھانے میں گزری، جماعت کے سر برآوردہ علماء و محققین میں سے تھے، ان کی علمی یادگاروں میں ''التبيان في زيادة الايمان'' (عربی) اور ''خاتمہ اختلاف'' (اردو) کے علاوہ صحیح بخاری پر ایک فاضلانہ مقدمہ ہے جو غیر مطبوع ہے۔قیام پاکستان کے بعد اوکاڑہ میں شیخ الحدیث رہے اور وہیں آسودۂ خواب ہیں۔رحمه الله رحمة واسعة

ایک المیہ: قاری عبدالخالق رحمانیؒ تجارت و کاروبار کی وجہ سے خاصے خوش حال تھے، علاوہ ازیں علمی اعتبار سے بھی غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے، اور یہ دونوں ہی چیزیں ان کیلئے ایک المیے کا باعث بنی رہیں۔جیسے کسی نے کہا ہے ؎

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی

''اے روشنی طبع! تو میرے لئے ہی آزمائش بن گئی ہے''۔

اس کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے: کراچی میں مدارس و مساجد کے منتظم بالعموم وہ لوگ ہیں جو اصحاب حیثیت ہیں اور یہ کوئی زیادہ بری بات نہیں۔لیکن اس میں اس وقت خرابی آجاتی ہے جب وہ دولت کے گھمنڈ میں علماء و مدرسین کو کوئی اہمیت دینے کیلئے تیار نہ ہوں اور ''ہم چو ما دیگرے نیست'' کے زعم باطل میں مبتلا ہو جائیں۔کراچی کے اکثر منتظمین مدارس و مساجد اہل حدیث میں یہ چیز پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ علماء کو قرار واقعی اہمیت نہیں دیتے اور جب بھی کوئی بات ان کی طبیعت کی گرانی یا ناگواری کا باعث بنتی ہے، تو وہ بہ یک بینی و دو گوش علماء کو مدرسہ و مسجد سے نکال باہر کرنے میں کوئی تأمل نہیں کرتے۔قاری صاحبؒ کی طبع خوددار کیلئے یہ بات ناقابل برداشت تھی، اس لئے ان کی ان لوگوں کے ساتھ ان بن سی رہتی تھی اور وہ خاموشی کے ساتھ ان سے الگ تھلگ رہنے پر مجبور تھے۔یہی وجہ ہے کہ کراچی شہر کی کسی بھی بڑی مسجد میں وہ بطور خطیب یا منتظم نہیں رہے اور شہر سے باہر شیر شاہ کی جان لیس فیکٹری کی مسجد میں خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے رہے اور رمضان المبارک میں قرآن مجید بھی وہیں سناتے رہے، حالانکہ وہ اپنے وقت کے بے مثال اور عظیم خطیب تھے، اسی طرح بے مثال قاری بھی۔لیکن اصحاب حیثیت منتظمین مدارس و مساجد نے ان کی قدر نہیں کی اور ان کی حیثیت کے مطابق ان کو ان کا مقام و مرتبہ دینے کیلئے تیار نہیں ہوئے۔ادھر قاری صاحب

مرحوم بھی بقول غالب ؎ وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

پر عمل پیرا رہنے پر مجبور تھے۔ یا یوں کہہ لیجئے!

واں وہ غرور عز و ناز ، یاں یہ حجاب پاس وضع راہ میں ہم ملیں کہاں ، بزم میں وہ بلائے کیوں

ہوسکتا ہے اب قاری صاحب کے دنیا سے چلے جانے کے بعد انہیں احساس ہورہا ہو کہ ہم کس گوہر یکتا اور گنج گراں مایہ سے محروم ہوگئے ہیں۔ اسی قسم کی صورت حال کیلئے شاعر نے کہا تھا ؎

اسے ناقدریٔ عالم کا صلہ کہتے ہیں مر گئے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

اللہ تعالیٰ نے ان کو طویل عمر عطا فرمائی، اندازہ ہے کہ نوے سے متجاوز ہی ہوں گے، چند سال قبل شدید بیمار ہوئے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے صحت سے نواز دیا اور پھر پہلے کی طرح متحرک اور سرگرم ہوگئے تھے، طبیعت باغ و بہار پائی تھی، جس مجلس میں ہوتے اپنی نواسنجی اور طلاقت لسانی سے مجلس میں چھائے رہتے، بیتے ہوئے واقعات، بالخصوص کسی صاحب حیثیت یا کسی صاحب علم سے نوک جھونک کی تفصیلات اس طرح بیان فرماتے کہ ان کے حافظے پر رشک آتا اور غالب کا یہ مصرع لوح حافظہ پر اُبھر آتا ؎

ذکر اس پری وش کا، اور پھر بیاں اپنا...... رحمہ اللّٰہ وغفر لہ

دو علمی امانتیں:...... قاری صاحب مرحوم کے سسر محترم بھی ایک بلند پایہ عالم دین تھے، مولانا داؤد راغب رحمانی۔ انہوں نے کئی کتابیں لکھیں اور کئی بڑی بڑی کتابوں کے اردو میں ترجمے کئے، جیسے تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ جو "الفضل الکبیر" کے نام سے شائع ہوا۔ امام ابن القیمؒ کی کتاب الروح کا ترجمہ، منتقی الأخبار کا اردو ترجمہ جو دارالدعوۃ السّلفیہ کے زیر اہتمام دو جلدوں میں شائع ہوا۔ منتقی الأخبار ہی کی شرح نیل الاوطار ہے جو امام شوکانیؒ کی تالیف ہے۔ مولانا راغب رحمانیؒ نے اس ضخیم شرح کا بھی ترجمہ کیا ہے جو ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوا۔ قاری صاحب موصوف کی بڑی خواہش اور کوشش تھی کہ کوئی علمی ادارہ اس ضخیم شرح کے ترجمے کو شائع کردے۔ سب سے پہلے قاری صاحب نے یہ ترجمہ دارالدعوۃ السّلفیہ کے سپرد کیا، وہاں اس کی اشاعت کا بندوبست نہ ہوسکا تو پھر انصار السنۃ المحمدیہ کے رئیس مولانا عطاء اللہ ثاقبؒ نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا، لیکن وہ بھی اسے شائع نہ کرسکے، مولانا ثاقبؒ کی وفات کے بعد قاری صاحبؒ نے راقم کو دو تین مرتبہ بذریعہ خط ہدایت فرمائی کہ وہ دارالسلام کے روح رواں مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب سے اس کی اشاعت کی بابت گفتگو کریں۔ لیکن ہر مرتبہ راقم ان کو یہی لکھتا رہا کہ ابھی فی الحال وہ اس کی اشاعت کے متحمل نہیں، کیونکہ انہوں نے کتب ستہ (صحاح ستہ) کے ازسرنو اردو تراجم کا عظیم منصوبہ شروع کیا

ہے اللہ کرے کہ وہاں سے اسکی اشاعت عمل میں آجائے۔ بلاشبہ یہ ایک علمی امانت ہے، اس کی اشاعت جہاں ایک طرف وافر سرمائے کی متقاضی ہے، وہاں دوسری طرف اس کیلئے شدید علمی محنت اور جگر کاوی اشد ضروری ہے۔ امید ہے کہ ''الہدیٰ'' اس علمی امانت کا علمی حق صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ وبید اللہ التوفیق والسداد.

۲...... جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ قاری صاحب کے والد گرامی قدر اپنے وقت کے پختہ عالم اور عظیم محدث تھے، انہوں نے عربی زبان میں صحیح بخاری پر ایک علمی مقدمہ تحریر فرمایا تھا جو ابھی تک قلمی صورت میں ہے حالانکہ اس کو تحریر کیے ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ قاری صاحب موصوف کی خواہش تھی کہ کوئی صاحب علم وتحقیق اس پر نظر ثانی فرما کر اسے قابل اشاعت بنا دے۔ اس سلسلے میں شیخ الحدیث، مفتی جماعت مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب کا نام بھی تجویز کیا گیا تھا، اب معلوم نہیں کہ قاری صاحب کا ان سے رابطہ ہوا یا نہیں؟ مزید تفصیلات راقم کے علم میں نہیں۔ اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ مذکورہ مقدمہ کس صورت میں ہے اور کس کے پاس ہے، نیز اس پر تحقیق ونظر ثانی کا کچھ کام ہوا ہے یا نہیں؟ بہر حال یہ بھی ایک علمی امانت ہے جس کی بہ حفاظت اشاعت کا بندوبست ہونا چاہئے اور اس سلسلے میں قاری صاحبؒ کے ورثاء کو بھی پورا تعاون کرنا چاہئے تاکہ ان کے جد امجد کی یہ علمی امانت ضائع ہونے سے بچ جائے۔ وما علینا الا البلاغ المبین.

جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ اہل حدیث متیال (جہلم) میں افتتاحی خطبہ جمعۃ المبارک

مؤرخہ 19 جنوری کا افتتاحی خطبہ جمعہ جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ اہل حدیث متیال میں رئیس الجامعہ نے پڑھایا۔ علاقہ کی مشہور سماجی شخصیت چوہدری نصیر احمد بانی ابوبکر صدیقؓ ٹرسٹ متیال نے مسجد تعمیر کر کے جامعہ علوم اثریہ کے نام وقف کر دی ہے اب یہاں پر نماز پنجگانہ کے علاوہ صبح وشام علاقے کے بچوں کو قرآن پاک، مسنون نماز اور دعائیں پڑھانے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔

پڑھتا جا...... شرماتا جا......

روز نامہ نوائے وقت لاہور (7) 13 دسمبر 2006ء

اٹک: حدود بل منظور ہونے کی خوشی میں نوجوان کا بھرے بازار میں برہنہ رقص

حکمران، مسلم لیگ کی حکومت بینظیر اور بش زندہ باد کے نعرے لگائے 'لوگ حیران

اٹک (ثناء نیوز) حقوق نسواں بل کی منظوری کی خوشی میں ڈھوک مولوی محمد شکردرہ کے رہائشی نوجوان ملک عثمان ولد ملک یوسف کا اٹک کے گنجان آباد تجارتی مرکز کے وسط میں واقع تاریخی فوارہ چوک میں برہنہ رقص کیا اور صدر مشرف' حقوق نسواں بل' بے نظیر بھٹو، وزیراعظم شوکت عزیز، مسلم لیگ کی حکومت اور امریکی صدر بش، کشمالہ طارق، سمیرا ملک زندہ باد کے نعرے لگائے، نصف گھنٹہ تک جاری رہنے والے برہنہ رقص کو دیکھنے کیلئے عوام کا جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ صبح 9 بجے سردی کی شدت کے باوجود برہنہ رقص پر لوگ حیران رہ گئے اس موقع پر وہاں سے گزرنے والے ایک معزز شخص نے اس کے قریب جا کر اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا اور اس کو تلقین کی کہ بیٹا حقوق نسواں بل غیر شرعی ضرور ہے تاہم اسلام بھرے بازار میں اس طرح ننگا ناچنے کی اجازت نہیں دیتا اور اس کو اپنے ہاتھوں سے شلوار قمیض پہنائی جو کسی طور پر بھی کپڑے پہننے کیلئے تیار نہیں تھا۔ اس موقع پر چند خواتین بھی موجود تھیں۔